پابلو نیرودا اور چلّی

ڈاکٹر آصف علی چٹھہ
ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ ایم اے او کالج، لاہور

PABLO NERUDA AND CHILE

Asif Ali Chattha, PhD
Associate Professor of Urdu
Goverment MAO College, Lahore

Abstract

The most remarkable literary figure of Chile is Pablo Neruda. He won the noble prize for literature in 1971. Neruda wrote in a variety of styles, including surrealist poems, historical epics, overtly political manifestoes, a prose auto biography and lovely poems. Neruda was a poet of humanity. In this article the literary struggle of Neruda and some other Chilean and Pakistani men of letters for democracy and human rights have been discussed.

Keywords:

چلی، سپین، امریکا، پابلو نیرودا، ایریل ڈورفمن، جنرل پنوشے، کشور ناہید

لاطینی امریکا کی علمی و ادبی دنیا کا اہم ترین نام چلی کا نوبل انعام یافتہ معروف شاعر اور سفارت کار پابلو نیرودا ہے۔اس کا اصل نام Neftali Ricardo Reyes Basoalto تھا۔وہ 12 جولائی 1904ء کو چلی کے ایک قصبے پرال میں پیدا ہوا۔اس نے کم عمری ہی میں شاعری شروع کر دی تھی،اس کا پہلا مجموعہ کلام ''Crepusculario'' 1923ء میں شائع ہوا۔ 1927ء کے بعد وہ ہندوستان سمیت مختلف ممالک میں اپنے ملک کے سفارت خانوں میں قونصل کے عہدے پر کام کرتا رہا۔سپین کی خانہ جنگی کے دوران میں وہ میڈرڈ میں اپنے ملک کے قونصل کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ 1943ء میں وہ چلی کی کیمونسٹ پارٹی میں شامل ہو گیا۔ 1947ء میں چلی کے صدر کی امریکا نواز پالیسیوں کی مخالفت کی بنا پر اسے جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ 1971ء میں جب وہ چلی کی مارکسی حکومت کی طرف سے فرانس میں سفیر تھا۔اسے ادب کا نوبل پرائز ملا۔ستمبر 1973ء میں جب فوج نے چلی کی مارکسی حکومت کا تختہ الٹا تو نیرودا بیماری کی حالت میں چھٹی پر اپنے ملک آیا ہوا تھا۔اسے اس انقلاب کا سخت صدمہ پہنچا اور وہ انھی دنوں 23 ستمبر 1973ء کو انتقال کر گیا۔

محمد کاظم پابلو نیرودا کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پابلو نیرودا دنیا کے پرلے سرے پر واقع ملک چلی کا وہ شاعر ہے جس نے ایک زمانے میں سلگتی ہوئی محبت، کھلتے ہوئے گلابوں اور جھاگ اڑاتے ہوئے پانیوں کے گیت گائے اور جس کی نغمہ بار صدا چلی کے آتش فشاں پہاڑوں کو عبور کرتی ہوئی نہ صرف لاطینی امریکہ بل کہ پورے کرۂ ارض پر ایک برقی لہر کی طرح پھیل گئی۔آج دنیا میں شاید ہی کوئی ترقی یافتہ زبان ایسی ہو جس میں نیرودا کی شاعری کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔نیرودا اپنی زندگی کے پہلے دور میں بہت پُر جوش اور رومانی تھا۔ 1930ء کے بعد کی برسوں میں اس کی شاعری کا لہجہ یک لخت بدل گیا۔اس کی وجہ سپین کی وہ خانہ جنگی تھی جو اس نے چلی کے قونصل ہونے کی حیثیت سے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی،اور جس میں اس کا دوست اور ساتھی شاعر لورکا (Federico Garcia Lorca) اس سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا تھا۔اس جنگ میں نیرودا نے جو کچھ دیکھا اس نے اسے ایک پختہ مزاج اشتراکی بنا دیا اور اس کی شاعری میں اکل کھرا پن،طنز اور ایک سرپھری کیفیت پیدا کر دی۔اب وہ ایک ایسی شاعری کرنے لگا، جو خود اس کے اپنے الفاظ میں ''خون'' سے لکھی جاتی تھی۔''(۱)

نیرودا انسانیت کا شاعر تھا اس لیے اس نے انسانی اقدار آزادی، مساوات اور اخوت کی ہمیشہ حمایت کی اور ہر طرح کی آمریت اور جبر و تشدد کی مخالفت کی، چاہے وہ اسپین میں ہو یا چلی میں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے آمریت کے خلاف اسپین کے عوام کی جدوجہد اور مزاحمت کی بھرپور مدد کی اور چلی میں آمریت کے بعد آزاد جمہوریت کا بھی خوب ساتھ دیا۔

پابلو نیرودا نے چلی اور سپین دونوں مما لک میں آمریت کا مشاہدہ کیا اور وہاں کے عوام کی فکری راہنمائی کا فریضہ بھی سرانجام دیتا رہا۔ اپنے سپین کے قیام کے دوران میں تو کمیونزم کا پُرجوش حامی بن گیا۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ شخصی آمریت کی مذمت کرتا نظر آتا ہے اور عوام الناس کی حقیقی آزادی اور خوش حالی کا متمنی ہے۔ اس کی طویل نظم وہ آدمی اس کے ایسے ہی خوابوں کا بیان ہے۔ ذرا نظم دیکھیے:

میرے خیال میں جو لوگ اتنا کچھ بناتے ہیں
انھیں ہر چیز کا مالک بھی ہونا چاہیے۔
جو روٹی بناتے ہیں
انھیں بھی روٹی ملنی چاہیے
جو اندھیروں میں کام کرتے ہیں
انھیں روشنی ملنی چاہیے
زنجیروں میں جکڑے لوگوں کے ساتھ بہت ہو چکا
بہت زرد چہرے دیکھ چکے
اب اس آدمی کو اپنی تقدیر کا مالک خود ہونا چاہیے
کوئی عورت بھی تاج کے بغیر نظر نہیں آنی چاہیے
ہر عورت کے لیے طلائی دستانے ہوں
سایوں کی طرح جینے والوں کو دھوپ میں پکتے پھل ملیں۔ (۲)

پابلو نیرودا کی شاعری چلی سے شدید محبت سے لبریز ہے۔ جب نیرودا کے ملک میں آمریت نے اپنے تاریک سائے پھیلا دیے تو وہاں کے عوام نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا۔

نیرودا نے بھی شمع وطن کے پروانوں کا خوب ساتھ دیا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اسے اپنا محبوب وطن چھوڑنا پڑا لیکن جلاوطنی کی زندگی میں بھی اس کا دل اپنے لوگوں کے دلوں کے ساتھ دھڑکتا رہا اور وہ چلی سے اپنی غیر فانی محبت کا بار بار تذکرہ کرتا رہا:

اے چلی کے رہنے والو! تیرگی میں ڈوبے ملک کو نیا سال مبارک
تمام کو، ہر ایک کو، سوائے ایک کے، نیا سال مبارک
نئے سال، ہم تعداد میں اتنے کم ہیں، ہم وطنو، بھائیو، آدمیو، عورتو، بچو، آج میری آواز
چلی کی طرف، تمہاری طرف پرواز کرتی ہے، ایک نابینا پرندے کی طرح
تمہارے دریچے سے ٹکراتی ہے، اور تمہیں دور سے پکارتی ہے (۳)

چلی کے مرغزاروں، جانوروں، پرندوں حتیٰ کہ پتھروں سے بے پناہ محبت کرنے والا نیرودا اپنے محبوب وطن سے مخاطب ہو کر اسی نظم میں کہتا ہے:

کون ہوں جو اتنی دور رہے تیری خوشبو کو
تیری نافِ کلیسا کو چھو کر محسوس کروں؟
میں تیرے بدن کا ایک عضو ہوں
ایک دائرہ
تیرے درختوں میں چھپے ہوئے جنگل کا راز
ایک خاموش روئیدگی، جو تیری ملائم گندھک کی مانند ہے
تیری زیرِ زمیں روح کی چیختی ہوئی راکھ
اور جب سے میرا تعاقب کیا جا رہا ہے میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے
میں داڑھی اور ضرورت کے کانٹوں سے بالکل بھرا ہوا
کسی کپڑے کے بغیر، کسی کاغذ کے بغیر ہوں
کہ لفظ لکھ سکوں، جو میری زندگی ہیں، کسی چیز کے بغیر،
سوائے ایک چھوٹے سے قبیلے کے، میں نے دو کتابیں
اپنے ہمراہ لی ہیں

کتابیں: ایک جغرافیے کی
اور ایک چلی کے پرندوں کی (۴)

جلاوطنی کی زندگی میں چلی اور اس کے مکینوں کی محبت ہی نیرودا کا کل اثاثہ تھا جس نے اس کو اور اس کے جذبوں کو زندہ وتوانا رکھا۔ چناں چہ وہ لکھتا ہے کہ میرے ملک کی خوشبوئیں اور زندگیاں میری راہنمائی کرتی ہیں:

وہ میرے ساتھ زندہ ہیں، وہ میرے اندر اپنے
خودسر شعلے روشن کرتی ہیں جو مجھے ختم کرتے ہیں، مجھے زندگی دیتے ہیں
اور دوسری سرزمینوں سے ان کی نگاہیں میرے کپڑوں کو چھلنی کرتی ہیں
جب میں گلیوں میں سے گزرتا ہوں وہ مجھے ایک لیمپ کی طرح دیکھتی ہیں
ایک لالٹین کی طرح جو دروازوں سے گزرتی ہے
یہ آگ کی وہ تلوار ہے جو تو نے مجھے دی ہے
اور جس کا محافظ ہوں
ایک کانٹے کی طرح بیراغ، قوی اور نا قابلِ شکست (۵)

نیرودا کی نظم ''چٹان میں ایک شبیہہ'' بھی اس کی آپ بیتی ہے کہ کس طرح اس نے اپنے پیاروں کو الوداع کہا، پولیس نے اسے حراست میں لے لیا اور اسے شدید زدوکوب کیا۔ وہ فرانس، ڈنمارک، سپین اور اٹلی وغیرہ میں مارا مارا پھرتا رہا اور خون تھوکتا رہا۔ اس کی نظم ''امن کے لیے نظم'' بھی چلی کے لیے اس کی بے پناہ محبت کا خوب صورت احاطہ کرتی ہے۔

آمریت میں لوگوں کی شخصی آزادی تو سلب ہو ہی جاتی ہے، غربت اور پسماندگی بھی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ لاطینی امریکا میں جہاں بھی آمریت نے اپنے پنجے گاڑے، وہاں مفلوک الحالی نے اپنا ٹھکانہ بنا لیا اور سرمایہ داروں نے عوام الناس کا خون نچوڑ لیا۔ نیرودا نے اپنی نظم ''غربت کے لیے ایک نغمہ'' میں اپنے ہم وطنوں کی کسم پرسی کا رونا رویا ہے لیکن وہ اپنے لوگوں کے ساتھ مل کر غربت کے خاتمے کے لیے بھی کمر بستہ نظر آتا ہے۔ وہ مزدوروں کی آواز ہے:

مجھے ہر غریب کے قریب
ڈھونڈا جا سکتا ہے
ہسپتال کی ہر چادر کے نیچے
تو میرے گیت ڈھونڈنے کی
ہر ممکن کوشش کرے گی
میں ہر جگہ موجود ہوں
سمندر میں ماہی گیروں کے ساتھ
کان میں آدمیوں کے ساتھ
جو اپنا ماتھا پونچھتے ہیں
اپنے سیاہ پسینے کو سکھاتے ہوئے
میری نظموں کو پاتے ہیں
ہر روز میں ٹیکسٹائل مزدوروں کے ساتھ
باہر نکلتا ہوں (۱)

پابلو نیرودا لاطینی امریکا کے ان تمام حریت پسندوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے جو آمریت کے سامنے بلا خوف سینہ سپر ہو گئے۔ ان کی نظم Dona Lecaclia برازیل کے سیاسی اور فوجی ہیرو کوئیس کارلوس پریسٹیز (Couis Carlos prestes) کی مدح میں ہے جس نے تقریباً زندگی کے دس سال اسیری میں گزارے اور جس کے بیٹے کو وقت کے آمر نے غائب کرا دیا تھا۔ اس نظم میں نیرودا نے جہاں برازیل کے آمر Vargas کی خوب مذمت کی ہے، وہیں پریسٹیز کی تعریف یوں کرتا ہے:

محترمہ تم نے ہمارے امریکہ کو عظیم تر کر دیا
تم نے ایک شفاف اور پاک دریا عطا کیا ہے
جو پانیوں سے لبریز بہتا ہے

ایک دیو قامت درخت جس کی لاتعداد جڑیں ہیں
اپنے مالا مال وطن کے لیے ایک قابلِ فخر بیٹا (۷)

نیرودا کی زندگی چلی سے باہر بھی گزری۔ وہ جلاوطن بھی رہا اور اپنے ملک کے سفارت خانوں کی ملازمتوں کے دوران میں اس نے آوارگی بھی کی۔ ان تجربات نے اس کی شاعری کے منظر نامے میں تدریجی تبدیلی بھی کی لیکن ان تمام تجربوں میں بھی اس کی زندگی کا بنیادی پس منظر موجود ہے۔ نرودا مقامیت کے دائرے کو توڑتا بھی ہے اور ساتھ ساتھ اس کے یہاں ایک مقام وہ بھی آتا ہے جب چلی، وینزویلا، پیراگوئے غرضیکہ سب مقامی حدیں ختم ہو جاتی ہیں اور صرف زمین کی رنگت باقی رہ جاتی ہے لیکن یہ آفاقیت اس کی مقامیت ہی سے پھوٹتی ہے۔ (۸)

ہم سب خاک ہیں یا ریت
ہم سب بارشوں میں بارش ہیں
لوگ مجھ سے وینزویلا، چلی اور پیراگوائے کی باتیں کرتے ہیں
ان کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں
میں صرف زمین کی جلد کو پہنچانتا ہوں
اور مجھے علم ہے کہ اس کا کوئی نام نہیں
میں جڑوں کے درمیان رہا اور انھوں نے
مجھے پھولوں سے زیادہ متاثر کیا (۹)

لورکا، سپین کا عظیم شاعر اور نیرودا کا گہرا دوست تھا۔ وہ نیرودا کی فن کارانہ ہنر مندی کا بہت مداح تھا۔ 1935ء میں اس نے ادب کی ایک انجمن میں نیرودا کی شاعرانہ رفعت کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

''نیرودا نے اپنی حسیات کا رخ ایسی دنیا کی طرف پھیرا ہے جو ہماری نہیں اور جس کا ادراک بس چند لوگ ہی کرتے ہیں۔ ایک شاعر جو فلسفے سے زیادہ موت کے قریب ہے، جو فکر سے زیادہ کرب کے نزدیک ہے۔ جو سیاہی سے زیادہ لہو کے قریب ہے۔ ایک شاعر جو پُراسرار آوازوں کا حامل ہے اور خوش قسمتی سے ان کے اسرار کو سمجھنے سے ناآشنا ہے۔ انسان کا شاعر،

جو وہ حقیقت میں ہے، اور جانتا ہے کہ کسی مجسمے کے پتھر یلے رخساروں کی بہ نسبت زنبلیں اور ابابلیں کہیں زیادہ ابدی ہیں ......ایک ایسا لہجہ جس کا جذبے، ملائمت اور خلوص کے لحاظ سے امریکہ میں کوئی ثانی نہیں۔''(۱۰)

پابلو نیرودا متنوع حیثیتوں سے سرفراز تھا۔ بحیثیت قونصل پیشہ ورانہ زندگی گزاری، جلاوطنی اور حراست کے تجربات سے گزرا، چلی کا صدارتی امیدوار بھی بنا، چلی کی کمیونسٹ پارٹی کا چیئرمین بھی رہا اور نوبل پرائز کا مستحق بھی ٹھہرا لیکن اس تمام ہنگامہ خیز زندگی کے ساتھ ساتھ شاعری کی ایک وسیع کائنات بھی اس کے فن کا مقدر ٹھہری۔ اس کی شاعری آفاقی اقدار سے منور نظر آتی ہے۔ جاوید شاہین نیرودا کی شاعرانہ جہتوں کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''پابلو نیرودا کی شاعری کی ان گنت جہتیں ہیں اور یہی اس کی شاعری کا کمال ہے۔ اس کی نظموں میں ہر قسم کے ذائقے موجود ہیں۔ چلی کا رنگ برنگا آسمان، ہر آن متغیر سمندر، جنگلوں اور چٹیل میدانوں سے بھری ہوئی زمین اور ان کے بدلتے ہوئے رنگ اور موسم، انسانی دلوں کی گرمی، اپنی محبوبہ اور بعد میں بیوی متلدا کے لیے بے پناہ محبت، چلی کی تانبے کی کانوں میں کام کرنے والے محنت کشوں کا گہرا درد، کھیتوں میں پسینے سے شرابور نیم برہنہ کسانوں کی محرومیاں اور سپین میں جنرل فرانکو کی فوج کے خلاف لڑنے والے انٹرنیشنل بریگیڈ میں شامل سپاہی، ادیب، صحافی اور فنکار یہ سب اس کی نظموں کے موضوع ہیں۔ اس کی شاعری میں جانور، درندے، پرندے، درخت، پھول حتیٰ کہ سیب، پیاز، آلو بھی مقامی لذّت اور جذبے کی خبر دیتے ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں زمین کا وفادار بیٹا تھا۔ اس نے بے حد سچائی اور ایمان داری سے انسانی اور روحانی اقدار کا تحفظ کیا کہ شاعر اور دانش ور کا اولین فرض یہی بنتا ہے''۔(۱۱)

آمریت چوں کہ عوامی امنگوں کا خون کرتی ہے لہٰذا وہ ہر ایسے چراغ کو بجھا دینا چاہتی ہے جو عوام الناس کو فکری روشنی مہیا کر سکے۔ چلی میں 1973ء کی فوجی آمریت نے نہ صرف صدر سلوا ڈور آلیندے کو معزول کیا بل کہ اس کو گولی مار کر اس کی لاش بھی چھپا دی گئی۔ پھر معاشرے کو منور کرنے والے شاعروں اور فن کاروں کو بھی حراست میں لے لیا گیا اور زیادہ ''خطرناک'' نفوس کا قصہ تو ویسے ہی پاک کر دیا گیا۔ چلی کا معروف موسیقار، ٹیچر اور انقلابی وکٹر جارا، بھی اسی

"تطہیر'' کا شکار ہوا اور گولی کا نشانہ بنا۔ چلی کی شاعرہ پزارنک کو بھی حراست میں لے لیا گیا۔ وہ اپنی نظم ''جلاوطن'' میں اپنی روداد بیان کرتی ہیں۔

پزارنک نے قید کے دوران جو نظم لکھی ہے اس میں اپنے محبوب وطن سے دوری کا احساس نمایاں ہے۔ نظم دیکھیے:

مجھے وہ باہر لا رہے ہیں
میں نے پہلے بھی سفر کیا ہے
میں نے دیکھے ہیں وہ دروازے اور تالے
جو کُھلتے اور بند ہوتے ہیں
وہ مجھے اوپر لے جاتے ہیں اور
تالے میں بند کر دیتے ہیں
چھوٹی سی سلاخوں لگی کھڑکی سے
میں دن کی خوبصورتی اپنے لیے سمیٹتی ہوں
میں انہی سلاخوں سے لپٹ کر
تمہارے وجود کو بھی محسوس کرتی ہوں
میں تم تک نہیں پہنچ سکتی
شاید فطرت نے مجھے تم سے الگ کیا ہے۔(۱۲)

نیرودا کے علاوہ بھی چلی کے متعدد شاعروں اور فن کاروں نے استبدادی اور سامراجی طاقتوں کی پشت پناہی کے باعث برسرِاقتدار آنے والی آمرانہ حکومتوں کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ چلی کے ایریل ڈورفمن (Ariel Dorfman) نے بھی اپنی شاعری کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ اس کی مشہور نظم "Last will and Testament" اس کے ان ہم وطنوں کی یاد میں ہے جو 1973ء میں جنرل پنوشے کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش میں کام آئے۔ آزادی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والوں کی تعداد پچپن سو کے لگ بھگ تھی۔ چلی کا معروف موسیقار اور شاعر وکٹر وجارا بھی جنرل پنوشے کی فوجوں کی گولیوں کی نذر ہوا۔ چلی کی نوبل

انعام یافتہ شاعرہ گبریلا مسٹرل Gabriela Mistral کی شاعری بھی فسطائیت کے خلاف بے باکانہ اظہار کی عکاسی کرتی ہے۔

تیسری دنیا میں حکومت کے لیے ''آمریت کا تسلط'' سرمایہ دارانہ دنیا کا ایک موثر ہتھیار ہے۔ چلی میں بیسویں صدی کے ربع اول اور ربع آخر میں یہی ہتھیار استعمال کیا گیا۔ لیکن چلی کے عوام نے آمریت کے خلاف پرزور احتجاجی تحریک چلائی۔ اس قافلۂ سخت جاں کے بہت سے پروانے پسِ دیوارِ زنداں دھکیل دیے گئے اور بہت سے اپنا سرمایہ تن وطن کی محبت پر نچھاور کر گئے۔

1973ء میں جب چلی کے منتخب صدر آلندے کو معزول کر کے قتل کر دیا گیا اور جنرل پنوشے اقتدار کی کرسی پر بزورِ طاقت براجمان ہو گیا تو چلی کے حریت پسند عوام نے اپنا خون تزئینِ وطن کے لیے پیش کر دیا۔ علی سردار جعفری نے اپنی نظم ''خون کا اجالا'' میں ان کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

چلی کے سرخ شہیدو، سلام لو میرا
مرے عزیز نزودا کے ہم وطن یارو
تمہارے خون کی سرخی میں وہ اجالا ہے
کہ قاتل اپنے اندھیرے میں چھپ نہیں سکتے
ہزار قتل کی سازش، ہزار جنگ کے وار
تمہارا خون مگر رائیگاں نہ جائے گا
زمانہ جسم سے ملبوس زخم اتارے گا
حیات پیرہن گل کے انتظار میں ہے (خون کا اجالا) (۱۴)

فیض احمد فیض نے اپنے ایک پیغام میں ادیبوں اور شاعروں سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ آج لکھنے والوں کا کام یہ ہے کہ وہ سامراج نسل پرستی، نوآبادیاتی نظام اور جدید نوآبادیاتی نظام کی مخالفت کریں اور مشرق و مغرب کے عوام سے محبت کریں اور آزادی، جمہوریت اور انسانی حقوق کے لیے جدوجہد کرنے والے عوام کی پرزور حمایت کریں۔ انھیں سامراج کی مداخلت، سازش اور غارت گری اور جنگی تیاریوں کی مخالفت کرنی چاہیے اور آزادی اور امن کی حمایت کرنی چاہیے۔ ثاقب رزمی کی شاعرانہ کائنات فیض کی امنگوں کی بھرپور ترجمانی کرتی نظر آتی ہے۔ ان کا قلم

انسانیت اور آزادی کے لیے ہمیشہ مصروفِ جہاد نظر آتا ہے۔خصوصاً تیسری دنیا کے مکینوں کے مسائل ان کو ہمیشہ مضطرب اور بے چین رکھتے ہیں۔ جب 1973ء میں چلی آمریت کے تسلط کا شکار ہوا تو عوام نے اس کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔ثاقب رزمی نے آمریت کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔وہ اپنی نظم ''وکٹر جارا'' میں عوامی عزم وایقان پر روشنی ڈالتا ہے۔یاد رہے کہ وکٹر جارا چلی کا معروف انقلابی موسیقار ٹیچر اور شاعر تھا جسے 1973ء میں صدر سلواڈور الیندے کی طرح گولی سے اڑا دیا گیا۔

موج در موج اٹھے ہیں ہر سُو
میرے وطن کے جیالے
عزم وایقان کا پرچم تھامے
مشعلِ امید لیے
ظلم کے آہنی جبروت سے ٹکراتے ہیں
کُنجِ زندان میں
ہر اک کوچہ وبازار میں
اور مقتل میں
ایک ہی نغمۂ فردا ہے
جو ہر لب پر دہک اٹھا ہے
کامراں ٹھہریں گے ہم
نورِ سحر کی صورت
ظلم مٹ جائے گا
افسونِ شفق کی صورت (۱۴)

11 ستمبر 1973ء کو فوجی آمر جنرل پنوشے نے چلی کے منتخب صدر سلواڈور الیندے کو معزول کر کے گولی مار دی اور خود کرسی پر براجمان ہوگیا۔ثاقب رزمی کی نظم 'سلواڈور الندے، آمریت کی مذمت اور جمہوریت اور آزادی کی مدح خواں نظر آتی ہے:

تم کہ غاصب ہو
جمہوریت کو لہو میں ڈبونے آئے ہو
مسکنِ امن وراحت کو
مقتل بنانے چلے آئے ہو
تم اکیلے ہو تنہا ہو
مقصود ہو
نوعِ انساں کے لیے راندۂ درگاہ ہو
چند لمحے تمہاری یہ جبروت ہے
ہم کہ اہلِ صفا
اورانسانیت کے پرستار ہیں
ساری تاریخ انساں ہماری طرف دار ہے
جدوجہد مسلسل کے ہم ہیں امیں
جاودانی ہماری یہ تمکین ہے (۱۵)

پابلو نیرودا لاطینی امریکہ کی ایک لافانی آواز ہے۔ چلی کی سرزمین نیرودا کی شاعری میں جا بجا جلوہ فگن ہے۔ ثاقب رزمی نے اپنی نظم ''پبلو نیرودا'' میں نرودا کے الفاظ میں چلی کے مجاہدوں کو یہ پیغام دیا ہے:

ستم کی پت جھڑ گریز پا ہے
بہت قریں ہے بہارِ رنگیں زمانہ عدل وحریت کی
ستم زدہ!
اس مہیب ظلمت میں
قتل گاہوں میں، محبسوں میں ہجوم رکھو!
ہے جہدِ پیہم علاج جور و جفائے دوراں (۱۶)

چلی میں جنرل پنوشے کی آمرانہ حکومت کے خلاف چلنے والی تحریک میں چلی کی عورتوں

نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عوتوں کی مزاحمتی تحریک کی روحِ رواں مقتول صدر سلوا ڈور الیندے کی ہمشیرہ لورالیندے تھی جسے ملک بدر کر دیا گیا۔ ثاقب رزمی نے ''لورالیندے'' کے عنوان سے لکھی گئی نظم میں چلی کی عورتوں کو استقامت کی تلقین کی ہے کہ ظلم کی پسپائی تک آپس میں فولاد کی صورت متحد رہو ثاقب کی نظمیں ''چلی کی عورتوں کی جدوجہد'' اور ''چلی کی عورتوں کا خاموش احتجاجی جلوس'' بھی چلی کی مزاحمتی تحریک میں عورتوں کے جذبات کی خوب عکاسی کرتی ہیں۔

اے عورتو! مانوو! بہنو! اٹھو!
مقتل سے بلاوا آیا ہے
اب زندگی نے ہم عورتوں کو
دشوار فریضہ سونپا ہے
اک بے ایماں، غدار، شقی فسطائی نے
غیروں کے خفیہ اشارے پر
پھر دیس پہ ڈاکہ ڈالا ہے (۱۷)

نیرودا ایک عظیم شاعر اور ایک سچا کیمونسٹ تھا لیکن وہ صرف چلی کی محبت میں نغمہ خوانی نہیں کرتا بل کہ اس کی شاعری کا موضوع پوری انسانیت ہے۔ جہاں وہ چلی کی آزادی کو محبوب رکھتا ہے وہیں سری لنکا، رنگون اور ربہت سے دوسرے نوآبادیاتی علاقوں کے لیے بھی مضطرب نظر آتا ہے۔ اس نے ایک انقلابی شاعر اور ایک اہم سفارت کار کے طور پر عالم گیر شہرت حاصل کی۔ اس کی ابتدائی شاعری میں علامتی اور رومانوی شاعری کی روایت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ اس کی شاعری میں سیر ریلزم کے عناصر بھی بہت گہرے ہیں اس کی وجہ شاید اس کا قیام یورپ ہے۔ اس کا موضوعاتی اور اسلوبیاتی تنوع متاثر کن ہے۔ اس کی شاعری کے تراجم دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں موجود ہیں۔ اردو میں اس کے مترجمین میں انیس ناگی، کشور ناہید، انور زاہدی، سہیل احمد اور جاوید شاہین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

(۱) محمد کاظم ۔''پابلونیرودا سے ایک گفتگو'' ۔مشمولہ یادیں اورباتیں ۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء ص ۱۲۷

(۲) پابلونیرودا ۔مترجم؛ جاوید شاہین ۔مشمولہ سہ ماہی ادبیات ۔جلد ۱۷، شمارہ ۶ ۔۷۱، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۵ء ص ۱۵۹۔

(۳) پابلونیرودا ۔''سلام'' ۔مترجم؛ انیس ناگی ۔مشمولہ پابلونیرودا کی نظمیں ۔لاہور: جمالیات، ۱۹۹۲ء ص ۱۳

(۴) ایضاً، ص ۱۵

(۵) ایضاً، ص ۶

(۶) پابلونیرودا ۔مترجم؛ انیس ناگی ۔نیرودا کی نظمیں ۔ص ۴۴

(۷) پابلونیرودا ۔یادیں ۔مترجم؛ انور زاہدی ۔ص ۳۴۳

(۸) سہیل احمد ۔پابلونیرودا ۔ایک مطالعہ ''نیا دور ۔شمارہ ۶۳، ۶۴، کراچی: پاکستان کلچرل سوسائٹی، س ن، ص ۷۸

(۹) پابلونیرودا ۔مترجم؛ سہیل احمد ۔مشمولہ نیا دور کراچی، ص ۸۱

(۱۰) گارشیا لورکا ۔''پابلونیرودا کا تعارف لورکا کی زبانی'' ۔مترجم؛ سہیل احمد خاں ۔مجموعہ سہیل احمد خاں ۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء ص ۴۸۰۔

(۱۱) جاوید شاہین ۔''پابلونیرودا'' مشمولہ سہ ماہی ادبیات ۔ص ۱۵۶۔

(۱۲) پڑارنک ۔''جلاوطن'' مترجم؛ کشور ناہید ۔مشمولہ ادبیات ۔خواتین کا عالمی ادب ۔جلد ۱۴، ۱۵ شمارہ ۵۹، ۶۰، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۲ء، ص ۷۷۰

(۱۳) علی سردار جعفری ۔کلیات علی سردار جعفری ۔جلد دوم ۔ص ۵۷

(۱۴) ثاقب رزمی ۔رودادِ ستم ۔لاہور: آئینۂ ادب ۔۱۹۵۵ء، ص ۱۵۸

(۱۵) رودادِ ستم ۔ص ۱۵۶

(۱۶) ثاقب رزمی ۔روداد ستم ۔ص ۱۵۰

(۱۷) ایضاً ۔ص ۱۳۱